

اللہ تعالیٰ کی تیار کردہ کشتی، جماعت احمدیہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳ مئی ۱۹۸۳ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:

وَأَوْحَىٰ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَن
 قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۷۷﴾ وَأَصْحِ الْفُلْكَ
 بِأَعْيُنِنَا وَوَحِّينَا وَلَا تَخَاطَبِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا
 إِنَّهُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿۷۸﴾ (ہود: ۳۷-۳۸)

پھر فرمایا:

میں نے گزشتہ خطبہ جمعہ میں حضرت نوح علیہ السلام کی اس دعا کا بھی ذکر کیا تھا جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا گویا آپ نے اپنی قوم کے لئے بالآخر بددعا کی اور اپنے رب سے عرض کی کہ ایک خدا! ان کافروں میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ رہے اور دنیا کو ان سے اور ان کی ناپاک پیدا ہونے والی نسلوں سے ہمیشہ کے لئے پاک کر دے۔ ساتھ ہی میں نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی یہ دعا دراصل بددعا نہیں تھی بلکہ منشاء الہی کے مطابق آپ کو پہلے سے خبر دے دی گئی تھی کہ اب اس قوم میں کوئی بھی ہدایت پانے والا موجود نہیں ہے اور چونکہ انسانی زندگی کے مقصد کے خلاف ہے کہ کوئی انسان خدا تعالیٰ کو کلیتاً بھلا کر ہمیشہ کے لئے اس سے کٹ جائے اور اس کی آئندہ نسلیں بھی ناپاک پیدا ہوں، اس لئے ان لوگوں کے لئے دعا کی اجازت ہی نہیں دی گئی تھی۔

وہ آیات جن سے میں نے استدلال کیا تھا ان کی میں نے اس وقت تلاوت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے نوح کی طرف وحی کی کہ اب تیری قوم میں سے کوئی تجھ پر ایمان نہیں لائے گا سوائے اس کے جو پہلے ایمان لا چکا ہے۔ پس اب تو ان پر کسی قسم کا افسوس نہ کر، حسرت نہ کر۔ جو ان کی تقدیر تھی وہ لکھی جا چکی ہے۔

یہ جو میں نے کہا دراصل ہر نبی اپنی قوم کے لئے دعا کرنا چاہتا ہے اور کسی حالت میں بھی بددعا نہیں کرنا چاہتا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کے معاً بعد خدا تعالیٰ فرماتا ہے **وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا** **وَوْحَيْنَا** **وَلَا تَخَاطَبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا** کہ اے نوح! ہم جانتے ہیں کہ اس خبر کے بعد بھی تیرا دل بے قرار ہوگا اور تو اپنی قوم کے لئے دعا کرنا چاہے گا مگر ہم تجھے اس کی اجازت نہیں دیتے۔ **وَلَا تَخَاطَبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا** ہمیں اس قوم کے متعلق کچھ نہ کہہ، اس کے متعلق ہم سے ہرگز کوئی بات نہ کر جنہوں نے ظلم کیا ہے۔ **إِنَّهُمْ مُخْرَقُونَ** کیونکہ ان کی یہ تقدیر کہ یہ غرق کئے جائیں گے لکھی گئی ہے، آخری ہو چکی ہے۔

اگر آپ ان آیات کا غور سے مطالعہ کریں تو ان میں اور بھی بہت سے گہرے سبق ملتے ہیں۔ فرمایا **وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا** **وَوْحَيْنَا** یہاں ایک ایسی کشتی کا ذکر ہے جس کے متعلق دو باتیں اس کو تمام دنیا میں بننے والی کشتیوں سے نمایاں اور ممتاز کر دیتی ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ **وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا** ہماری نگاہ کے سامنے، ہماری نظر کے سامنے یہ کشتی بنا۔ ایک مالک کو جو چیز بہت پیاری ہو وہ اسے اپنے سامنے بنواتا ہے لیکن نسبتاً کم پیاری یا ایسی چیزیں جن کی اس کو خاص پرواہ نہیں ہوتی ان کی نگرانی ملازموں کے سپرد کر دیتا ہے اور بعض دوسروں کو بھی اس بارہ میں تاکید کر دیتا ہے۔ لیکن جس چیز سے اس کو غیر معمولی پیار ہو اور وہ پسند نہ کرے کہ اس کی بناوٹ میں ذرا سی بھی کوئی چیز اس کی مرضی کے خلاف ہو جائے اس کو بنوانے کے لئے وہ خود کھڑا ہوتا ہے۔ بعض دفعہ بڑے بڑے قیمتی اوقات والے لوگ بھی مسلسل کھڑے ہو کر بعض چیزوں کو اپنے سامنے بنواتے ہیں۔ مثلاً جب تعلیم الاسلام کالج بنایا جانے لگا تو چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ (اس وقت تو آپ خلیفۃ المسیح نہیں تھے) کو تعلیم سے بڑا پیار تھا اور کالج سے بڑا پیار تھا اس لئے دن رات سردی ہوتی یا گرمی، موسم کیسا بھی خراب ہوتا آپ اپنا سارا زائد وقت اس کی تعمیر کی نگرانی پر لگایا کرتے۔ خود چھت پر کھڑے ہو کر

اپنے سامنے مزدوروں کو ہدایات دیتے کہ فلاں کمی پوری کرو، فلاں نقص پیدا ہو رہا ہے اس کو ٹھیک کرو۔ الغرض آپ نے کالج کی تعمیر پر بڑی محنت کی تھی۔ پس یہ ایک فطرتی تقاضا ہے کہ جس چیز سے انسان کو زیادہ پیار ہو اور جس کو وہ اہمیت دے اس پر وہ مسلسل نظر رکھتا ہے۔ اس لئے یہ ایک عجیب کشتی تھی کہ اس جیسی کشتی نہ کبھی پہلے بنی، نہ کبھی بعد میں ظاہری صورت میں بنائی گئی اس لئے کہ فرمایا **وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا** اے نوح! ہم اس کشتی کے اوپر مسلسل نگاہ رکھیں گے۔

وَوَحْيِنَا دوسری بات یہ بیان فرمائی کہ اے نوح! ہم نے تجھے جو ہدایت کی ہے اور جو کارگیری ہم نے تجھے سکھائی ہے اس کے مطابق یہ کشتی بنا۔ یہ کارگیری حضرت نوحؑ نے کسی اور سے تو نہیں سیکھی تھی۔ کشتی بنانا تو آپ جانتے ہی نہیں تھے۔ پس ایک ایک کیل جو ٹھونکا گیا اور ایک ایک منج جو لگائی گئی اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اس کو اس طرح رکھو اور اس طرح لگاؤ۔ الغرض یہ کشتی مسلسل اللہ تعالیٰ کی آنکھوں کے سامنے اور اس کی وحی کے تابع بنائی جا رہی تھی۔

اس سے ایک یہ خیال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اتنی عظیم الشان اور مقدس کشتی جو اپنی نوع میں بے نظیر اور بے مثل ہو، بعید نہیں کہ اس کا نشان آج کہیں مل جائے۔ نسبتاً ادنیٰ ادنیٰ چیزیں بھی زمانے نے محفوظ رکھی ہیں۔ مٹی کے ڈھیر میں دبی ہوئی Fossilized شکلوں میں مختلف قوموں کی تاریخیں ملتی ہیں اور لکڑی کے بہت پرانے کام بھی ملتے ہیں۔ پس یہ کہنا کہ چونکہ کشتی لکڑی کی تھی اس لئے ضرور ضائع ہوگئی ہوگی، یہ بھی درست نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے پرانے زمانوں کی لکڑی کی بنی ہوئی چیزیں بھی اب دستیاب ہو چکی ہیں۔ چنانچہ یہ خیال بہت سے مفکرین اور محققین کو بھی آچکا ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی تلاش مختلف جگہوں پر ہوتی رہی ہے۔ کوہ ارارات پر بھی اور بعض دوسری جگہوں پر بھی وقتاً فوقتاً بعض Expeditions یعنی مہمات اس کشتی کی تلاش میں بھیجی گئی ہیں۔ لیکن جن لوگوں نے اس تلاش کرنے کی کوشش کی ان کا جغرافیہ بائبل پر مبنی تھا اور قرآن کریم جو جغرافیہ بیان کرتا ہے وہ اس سے مختلف ہے جو بائبل بیان کرتی ہے، اس لئے طبعی بات ہے کہ ان کی ساری کوششیں ناکام ہونی تھیں اور اب تک ناکام رہی ہیں۔ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی احمدی مہم کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ قرآن کریم کے بیان فرمودہ نقشے اور جغرافیہ کے مطابق اس کشتی کو تلاش کرے اور وہ دستیاب ہو جائے۔ اگر یہ کشتی دستیاب ہو تو یہ ایک بے نظیر کشتی ہوگی۔

لیکن یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ میں ایک اور کشتی کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانی چاہتا ہوں۔ یہ کشتی بھی خدا کی آنکھوں کے سامنے بنائی گئی اور خدا تعالیٰ کی ہدایات کے تابع تشکیل دی گئی۔ وہ کشتی آپ ہیں یعنی جماعت احمدیہ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتایا کہ تو ایک کشتی تیار کر۔ وہ کشتی کیا ہے؟ وہی جماعت احمدیہ جس میں شامل ہونے کے ساتھ اللہ تعالیٰ یہ ضمانت دیتا ہے کہ تمام دنیا کی ہلاکتوں سے تم محفوظ کئے جاؤ گے۔ پس حضرت نوح علیہ السلام کی ظاہری لکڑی کی کشتی کی بھی بڑی قدر و قیمت ہے اور اس کو تلاش کرنے والے بھی یقیناً بڑے خوش قسمت ہوں گے لیکن بہت زیادہ قیمتی ہے وہ کشتی جو حضرت نوحؑ کی قوم کو نہیں بلکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی قوم کو عطا ہوئی جو پہلے ایک تعلیم کی شکل میں ظاہر ہوئی اور پھر اس تعلیم نے ایک جماعت کا روپ دھار لیا اور ایک جماعت کی شکل میں آج وہ دنیا میں موجود ہے اور دنیا کے ہر ملک میں اس کشتی کے نمونے بن رہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جتنے اعلیٰ کاریگر نے کوئی چیز بنائی ہو اتنا ہی زیادہ ظلم ہوتا ہے اس میں دخل اندازی کرنا اور اس کی شکل کو بگاڑنا کیونکہ ایک کامل تصویر کو اگر ایک ادنیٰ نقاش چھیڑے گا تو اس میں کوئی خوبصورتی پیدا نہیں کر سکے گا بلکہ بدصورتی پیدا کرے گا۔ ایک کامل صنّاع کی پیداوار میں اگر کوئی اناڑی دخل دے گا تو سوائے اس کے کہ اس کی اچھی بھلی صورت کو بگاڑ دے اور کوئی نتیجہ نہیں پیدا کر سکتا۔ پس یہ کشتی یعنی جماعت احمدیہ وہ مقدس کشتی ہے جس کے خدوخال خود اللہ تعالیٰ نے اپنی آنکھوں کے سامنے اور اپنے وحی کے مطابق تشکیل دیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس نظام کو ڈھالنے میں اپنی طرف سے ایک ذرہ بھی دخل نہیں دیا۔ آپ کی اپنی سوچ کا اس میں کوئی بھی دخل نہیں۔ کشتی نوحؑ کے متعلق جیسا کہ میں نے بیان کیا، اللہ تعالیٰ بہت کھلے اور واضح طور پر فرماتا ہے کہ اس کی تمام تفصیل ہم نے بتائیں اور اسے اپنی نگرانی میں بنوایا۔ پس اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ تعلیم جس نے جماعت احمدیہ کی شکل میں تجسم اختیار کیا، کشتی نوحؑ ہے اور یقیناً یہ کشتی نوحؑ ہے تو اس کا ہر پہلو، اس کا ہر ذرہ اور اس کی ہر نوک پلک اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے تابع بنی ہے۔ اس لئے خوبصورت جماعت کے خدوخال کو زندہ اور جاری رکھیں۔ اگر تابعین نے یا تبع تابعین نے ان نقوش میں فرق ڈال دیا اور تبدیلیاں پیدا کر دیں تو پہلے بھی اگرچہ جماعتیں یہ ظلم کرتی چلی آئی ہیں لیکن یہ بہت بڑا ظلم ہوگا کہ ایسی جماعت جس کو اللہ تعالیٰ نے کشتی نوحؑ سے تشبیہ دی ہو اور نہایت

ہی پیار کے ساتھ اس کا ذکر قرآن کریم میں محفوظ فرمایا ہو، وہ دیکھتے دیکھتے دو تین نسلوں میں ہی اس کشتی کے نقوش بگاڑ دے۔

دوسرا پہلو اس میں یہ ہے کہ جتنے بڑے طوفان ہوں اتنی زیادہ احتیاط کے ساتھ کشتیاں بنائی جاتی ہیں اور بہت بڑے بڑے ماہر صنّاع اپنی ساری کوششیں اور اپنا سارا علم اس بات میں صرف کر دیتے ہیں کہ یہ کشتی یا یہ جہاز ہر قسم کے امکانی خطرے کا مقابلہ کر سکے۔ چنانچہ جنگ عظیم ثانی میں بھی ایسے جہاز بنائے گئے اور ان کے بارے میں بڑے بڑے دعاوی بھی کئے گئے۔ مثلاً انگلستان نے ایک ایسا جہاز بنایا جس کے متعلق یہ دعویٰ تھا کہ یہ ہر قسم کے امکانی خطرے کا مقابلہ کرنے کے قابل ہے لیکن جب وہ سمندر میں اتارا گیا تو پہلی دفعہ ہی ایسے طوفان سے اس کا سامنا ہوا کہ وہ پھر واپس نہیں آسکا حالانکہ اس زمانے کی سب سے Advanced ٹیکنالوجی اس کے پیچھے تھی اور دنیا کے چوٹی کے جہاز بنانے والوں نے اپنی تو تیس اس پر صرف کی تھیں۔ انسان تو نا اہل ہوتا ہے۔ وہ اپنی لاعلمی کے نتیجے میں، اپنی جہالت میں بعض دفعہ بڑے دعاوی کر دیتا ہے لیکن عملاً ان دعاوی کو سچا ثابت نہیں کر دکھاتا لیکن جو کشتی اللہ تعالیٰ نے بنائی ہو اس کے متعلق یہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ کوئی ایسا طوفان بھی آئے گا جو اس کشتی کو غرق کر سکے۔ پس اگر آپ اس کشتی کے خدو خال کی حفاظت کریں گے تو یہ خود آپ کی حفاظت کی ضمانت ہے۔ کتنی بڑی بڑی تحریکیں آپ کو مٹانے کے لئے چلی ہیں اور کس طرح ان کی لہریں آپ سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں اور ان کا کوئی وجود باقی نہیں رہا اور کس شان کے ساتھ مسیح موعود کے ہاتھوں کی بنی ہوئی یہ کشتی اسی طرح لہروں کے اوپر غلبے کے ساتھ تیرتی چلی گئی۔ پس اگر آپ نے اس مقدس صنّاع کی بنائی ہوئی ترکیبوں میں اپنے دماغ کی بیہودہ اور لغو ترکیبوں کو دخل نہ دینے دیا، اگر آپ نے بڑی حفاظت اور پیار کے ساتھ اور جاں سوزی کے ساتھ اس کے ادنیٰ سے ادنیٰ نقوش کی بھی حفاظت کی تو یہ چند معمولی تحریکیں کیا چیز ہیں اگر وہ طوفان بھی اٹھے جسے عالمی طوفانِ نوح سے تشبیہ دی جاسکتی ہے، اگر ایسی لہریں بھی بلند ہوں جو پہاڑوں کو غرق کر دیں اور دنیا کی بڑی بڑی قوموں کو تباہ کر دیں تو میں آپ کو قرآن کریم کی تعلیم کی رو سے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام کی روشنی میں یہ خوشخبری دیتا ہوں کہ یہ وہ کشتی ہے جس کا دنیا کا کوئی طوفان بھی کچھ بگاڑ نہیں سکے گا۔ یہ لازماً غالب آئے گی اور پہاڑوں کی بلندیوں پر بلند ہوگی۔ طوفان تھمیں

گے تو یہ نیچے اترے گی لیکن ایسا کوئی طوفان نہیں جو اس کشتی کو ڈبونے کے لئے پیدا کیا گیا ہو۔ لیکن شرط یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کی بنائی ہوئی کشتی ہے، اسے انسانی ہاتھوں سے ناپاک اور گندہ نہ کریں۔

آیت **وَاصْنِعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا.....** کا دوسرا پہلو جو خاص طور پر توجہ کا مستحق ہے، وہ ہے **وَلَا تَخَاطَبُنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا إِنَّهُمْ مُّعْرِضُونَ** ﴿۷۵﴾ کہ اے نوح! ظالم لوگوں کے متعلق مجھ سے خطاب نہ کر۔ حالانکہ دوسرے انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قوم کے لئے دعا کرنے سے منع نہیں فرمایا۔ نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منع فرمایا نہ ہی حضرت لوط علیہ السلام کو۔ دعا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ تو کہا کہ اب اس بات کو چھوڑ دو لیکن یہ اور طرح کا منع کرنا ہے۔ یہ تو فرمایا کہ تم تمہیں خبر دے رہے ہیں لیکن یہ نہیں فرمایا کہ دعا کرنے کی اجازت نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق تو یہاں تک فرمایا **إِنِّي قَوْمٌ لُّوطِي** (ہود: ۷۵) کہ وہ ہمارے ساتھ جھگڑ رہا تھا۔ اب یہ جھگڑنا بڑے پیار کا اظہار ہے۔ یہ مراد نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہو چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو ناپسند نہیں کرتا اور پھر بھی وہ اصرار کر رہے تھے کہ خدا قوم لوط کو بچالے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اشارہ یا کنایہ بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو دعا سے منع نہیں فرمایا کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خدا کی نگاہ میں جو مقام تھا اس کی وجہ سے یہ ناممکن تھا کہ آپ خدا کی طرف سے اشارہ پانے کے بعد کسی قسم کی گفتگو فرماتے۔ پس اللہ تعالیٰ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو محبت اور پیار کے ساتھ مجادلے کا موقع دینا ایک بہت بڑی بات ہے۔ چنانچہ آپ نے قوم لوط کو ہلاکت سے بچانے کے سلسلہ میں خوب زور لگایا اور اللہ تعالیٰ نے بھی زور لگانے دیا کہ یہ دلیلیں بھی نکالو، وہ دلیلیں بھی نکالو۔ اس قوم کو بچانے کے لئے جو بھی جواز تمہارے ذہن میں آسکتا ہے وہ پیش کر لو اور ہم تمہیں بتاتے چلے جائیں گے کہ یہ جواز بھی درست نہیں، وہ جواز بھی درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابراہیم! اس قوم کو بچانے کی اگر ایک بھی وجہ جواز ہوتی تو ہم اسے بچا لیتے۔ پھر منع بھی کیسے پیار سے فرمایا۔ **يَا اِبْرَاهِيمُ** **اعْرِضْ عَن هَذَا إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ** (ہود: ۷۷) کہ اے ابراہیم! اب بس کر، جانے بھی دے، چھوڑ اس قصے کو، اللہ کا حکم تو آ بھی چکا ہے۔ سر پہ آکھڑا ہے جس کو ٹالنے کی تو کوشش کر رہا ہے۔ اب دیر ہو چکی ہے، اب وقت نہیں رہا کیونکہ ہماری تقدیر ظاہر ہو گئی ہے۔ کیسا عظیم الشان پیار کا اظہار ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اور آپ کی دعاؤں کو بھی کتنے پیار سے رد کیا ہے۔ ساتھ ہی

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمًا أَوَّاهٌ مُنِيبٌ ﴿۶۶﴾ (ہود: ۷۶) کہہ کر آپ کی تعریف بھی کر دی اور آپ کی بڑی ہی دلجوئی فرمائی۔

اس کے برعکس حضرت نوح علیہ السلام کو اجازت ہی نہیں ملی کہ وہ اپنی قوم کے متعلق کوئی ذکر بھی کر سکیں۔ اس میں کیا حکمت تھی؟ اگر آپ غور کریں تو اس میں آپ کو بہت ہی گہرا اور بہت ہی عظیم الشان سبق نظر آئے گا۔ ایک ایسا سبق جو انسانیت کے مقام کو بہت بلند اور ارفع کر دیتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جس قوم کے لئے دعا کر رہے تھے اس کا آپ سے کوئی بھی رشتہ نہیں تھا۔ آپ کی اولاد میں سے کوئی ایک فرد بھی اس قوم میں شامل نہیں تھا جس کے لئے آپ بے قرار تھے، جس کو بچانے کے لئے آپ ترساں ولزراں تھے اور عاجزانہ دعائیں کر رہے تھے۔ لیکن حضرت نوح علیہ السلام نے جس قوم کے لئے دعا کرنی تھی اس میں ان کے بیٹے نے بھی شامل ہونا تھا۔ اس لئے اس لطیف بات میں یہ بھی ایک انذار کا پہلو تھا کہ نوح کو اس لئے منع کیا جا رہا ہے کہ انبیاء کی شان کے خلاف ہے کہ انکے ترحم میں نفس کی ادنیٰ سی ملونی بھی شامل ہو۔ اللہ تعالیٰ دشمنوں کے لئے بھی دعائیں کرنے کی اجازت دے دیتا ہے لیکن چونکہ نبی کا اپنا بیٹا شامل ہو گیا ہے اس لئے فرمایا کہ اب تیرا یہ مقام نہیں رہا کہ تو اس کے لئے دعا کرے۔ اب اگر تو دعا کرے گا تو ہو سکتا ہے کہ کہنے والا یہ کہے اور سوچنے والا آئندہ یہ سوچے کہ نوح نے اس لئے دعا کی تھی کہ آپ کا اپنا بیٹا بھی شامل تھا۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نوح! میں تجھ پر یہ داغ نہیں لگنے دینا چاہتا۔ تمام انبیاء کو دعا کی اجازت دوں گا لیکن تجھے یہ اجازت نہیں دوں گا کیوں کہ تیرے اپنے خون کا حصہ بھی ان لوگوں میں شامل ہو گیا ہے جن پر عذاب آنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت نوح علیہ السلام کو دعا سے منع فرمانا جس غرض سے تھا اس کو کھولتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرِبَهَا وَمُرْسَاهَا ۗ إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۶۷﴾ وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۗ وَنَادَى نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَب مَعَنَا وَلَا تَكُن مَعَ الْكَافِرِينَ ﴿۶۸﴾ قَالَ سَاوِيَ إِلَىٰ جِبَلٍ يَّعَصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ ۗ

قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ ۗ وَحَالَ
 بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُعْرَقِينَ ۝ وَقِيلَ يَا رَجُلُ
 ائْتِنِي مَاءً كَمَا تَأْتِي السَّمَاءُ بِمَاءٍ غَيْرِ غَيُورٍ ۗ وَالْقَوْمُ
 الظَّالِمِينَ ۝ وَنَادَى نُوحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ
 أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنْتَ أَحْكَمُ الْحَكَمِينَ ۝ قَالَ
 يُؤُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۗ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۗ
 فَلَا تَسْأَلْنِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۗ إِنِّي أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ
 مِنَ الْجَاهِلِينَ ۝ (ہود: ۴۲-۴۷)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت نوح نے کہا کہ اس کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ یہ اللہ تعالیٰ نے
 حضرت نوح کو فرمایا کہ اس کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِبَهَا وَفَرَسَهَا یہ کہتے ہوئے کہ اللہ
 ہی کے سپرد ہے، اسی کے نام کے ساتھ اس کا جاری ہونا اور اس کا بلند ہونا۔ اِنَّ رَبِّي لَعَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
 میرا رب تو بہت بخشش کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے اور یہ ایسی کشتی تھی جو پہاڑوں کی طرح بلند
 موجوں پر سوار تھی اور وہ موجیں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھیں۔ اچانک نوح نے کیا دیکھا کہ اس کا بیٹا
 ایک ایسی جگہ کھڑا ہے جہاں قریب تھا کہ موجیں اس کو جا لیتیں۔ آپ نے اسے دیکھ کر بے قراری سے
 آواز دی اے میرے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں میں سے نہ ہو۔ نوح کے بیٹے نے
 جواب دیا میں تو پہاڑ پر پناہ لے لوں گا۔ یہ طوفان کیا چیز ہے۔ ایک سے ایک بلند پہاڑ میرے سامنے
 ہے۔ جوں جوں موجیں بڑھتی چلی جائیں گی میں بھی بلند تر ہوتا جاؤں گا۔ معلوم ہوتا ہے وہ ایسا علاقہ
 تھا جس کے ارد گرد پہاڑ بھی تھے اور ایک کے بعد دوسری بلند چوٹی تھی۔ جب یہ واقعہ ہوا اس وقت نسبتاً
 نیچلی جگہ پہ تھے۔ بہر حال جب حضرت نوح نے بیٹے کو پکارا تو اس نے جواب دیا یہاں تو پہاڑوں کا
 سلسلہ ہے۔ میں ایک کے بعد دوسرے پہاڑ کی طرف رجوع کرتا چلا جاؤں گا۔ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ
 مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ حضرت نوح نے جواب دیا۔ اے میرے بیٹے! آج اللہ کے عذاب
 سے کوئی پناہ نہیں اگر ہے تو اس کشتی میں ہے اس کے سوا آج روئے زمین پر کوئی جگہ نہیں جو کسی انسان

کو خدا کے فیصلے سے بچا سکے۔ اور ابھی آپؐ یہ جواب دے ہی رہے تھے کہ ایک ایسی موج اٹھی جس نے آپؐ کے بیٹے کو نظر سے غائب کر دیا اور پھر اس کو دوبارہ نہیں دیکھا گیا کیونکہ وہ غرق ہونے والوں میں سے ہو گیا۔ پس یہ واقعہ ہونے والا تھا جس کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو خطاب کرنے سے منع فرمادیا۔

اس کے بعد خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس وقت تک حضرت نوحؑ نے کلام نہیں کیا جب تک کہ یہ سارا طوفان گزر نہیں گیا۔ بعض لوگ غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ ادھر یہ واقعہ ہوا ادھر حضرت نوحؑ نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اے خدا! تو نے اس کو ہلاک کر دیا حالانکہ یہ تو میرا بیٹا تھا لیکن یہ بات ہرگز درست نہیں چنانچہ فرماتا ہے وَقِيلَ يَا اَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَسْمَاءُ اَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءِ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعِدَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۴۵﴾ (ہود: ۴۵) کہ خدا نے زمین کو حکم دیا کہ وہ اپنا پانی جذب کر لے اور آسمان کو فرمایا کہ وہ تھم جائے۔ پھر پانی نیچے ہوا اور اس کے بعد کشتی پہاڑ کی چوٹی پر جا لگی۔ اس کے بعد حضرت نوحؑ کے خدا سے کلام کا ذکر ہے۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس سارے عرصے میں حضرت نوحؑ کو اپنے بیٹے کے مرنے کا دکھ ضرور تھا لیکن اس کی موت کا اتنا دکھ نہیں جتنا اس تعجب کی بنا پر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا تھا کہ تیرے اہل کو میں نجات بخشوں گا پھر یہ کیا واقعہ ہو گیا؟ پس دراصل یہ دکھ نہیں تھا کہ میرا بیٹا کیوں ہلاک ہوا بلکہ یہ دکھ تھا کہ میری پیشگوئی کیوں پوری نہیں ہوئی۔ خدا کا کلام جو مجھ سے ہوا تھا میں نے اس کو سمجھنے میں غلطی کی ہے یا یہ کیا واقعہ ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تو واضح خبر دی تھی کہ میں تیری اولاد کو بچا لوں گا اور میرا بیٹا تو میری اولاد تھی پھر وہ میری نظروں کے سامنے دیکھتے دیکھتے کیوں ہلاک ہو گیا۔ لیکن یہ عرض اس وقت کی جب یہ سارا معاملہ گزر گیا۔ ورنہ اس وقت تو انبیاء کی شان کے خلاف ہے کہ اشارۃً یا کنایۃً بھی ایسا کلام منہ پر لائیں جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے کلام پر کسی معنی میں بھی کوئی حرف آئے۔

پس حضرت نوح علیہ السلام نے بڑی خاموشی اور صبر کے ساتھ بیٹے کی ہلاکت کو برداشت کیا اور کوئی لفظ منہ پر نہیں لائے اور جب پوچھا ہے تو یہ نہیں کہا کہ بیٹا کیوں مرا ہے اس کو تو زندہ رہنا چاہئے تھا بلکہ یہ عرض کی کہ اے خدا! وہ تو میری اولاد تھی۔ وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ (ہود: ۴۶) اور تیرا وعدہ بھی سچا ہے۔ پھر یہ کیا معنی ہو گیا اور یہ کیا واقعہ ہو گیا کہ تیرے وعدے کے باوجود بیٹا ہلاک ہو گیا؟ اس لئے

اس طرز بیان میں کوئی گستاخی نہیں ہے۔ بڑی ہی عاجزی کا اظہار ہے کہ میری انسانی عقل میری بشری نظر اس معنی کو حل نہیں کر سکتی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ معمر کھولا اور فرمایا **نُوحِ إِنَّهُ لَكَيْسٌ مِنَ الْهَالِكِ** إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ کہ اے نوح! وہ تیرا بیٹا کس طرح ہو گیا، وہ تیرے اہل بیت میں سے نہیں تھا اس لئے کہ اس کے عمل گندے تھے۔

چنانچہ ہمیشہ کے لئے اہل بیت کی تعریف فرمادی۔ فرمایا کوئی ظاہری رشتہ اور ظاہری خون کا تعلق کسی کو نہیں بچا سکے گا۔ ادنیٰ لوگوں کو بھی نہیں بچا سکے گا کیونکہ زیادہ سے زیادہ اظہار محبت اور پیار اللہ تعالیٰ نبی سے کر سکتا ہے۔ پس نبی کا ظاہری خون بھی اس کی ایسی اولاد کو نہیں بچا سکا جس نے اس خون کی قدر نہیں کی، اس کے پیغام کی حفاظت نہیں کی اور اپنے اعمال صالحہ میں نبی کے اعمال صالحہ کو جاری نہیں کیا اس لئے جو روحانی طور پر کاٹا گیا وہ جسمانی طور پر بھی کاٹا گیا۔ یہ ایک اور سبق ہے جس کی طرف میں جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ کشتی نوح میں حفاظت کی خوشخبری تو ضرور ہے، اہل خاندان کے لئے بھی اور ان کے لئے بھی جو خاندان سے ظاہری تعلق تو نہیں رکھتے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات پر عمل کر کے اس کشتی میں سوار ہو رہے ہیں لیکن یہ ضمانت اس وقت تک ہے جب تک اعمال صالحہ موجود ہیں گے۔ جب بھی اعمال صالحہ میں کمزوری واقع ہوئی تو وہ خدا جس نے حضرت نوحؑ کے بیٹے کو ہلاکت سے نہیں بچایا وہ آئندہ بھی کبھی نہیں بچائے گا ورنہ وہ ہمیشہ کے لئے غیر منصف خدا سمجھا جائے گا۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت نوحؑ کے زمانے میں تو خدا نے نبی کے ظاہری بیٹے کو بچانے سے انکار کر دیا لیکن بعد کے کسی زمانے میں ظاہری اولاد کی قدر کرتے ہوئے اسے اس لئے بچا لیا کہ کسی پیارے کی اولاد ہے۔ کیا قیامت کے دن حضرت نوحؑ یہ سوال نہیں کر سکیں گے کہ اے خدا! مجھے بھی تو تو نے ہی نبی بنایا تھا مجھ سے بھی تو تو نے ہی پیار کا اظہار کیا تھا ایسا پیار کہ میری خاطر ساری دنیا کو ہلاک کر دیا اور کوئی پرواہ نہیں کی، تو میرے بیٹے کو کیوں معاف نہیں کیا۔ جبکہ بعد میں آنے والوں کے بیٹوں کو معاف کیا گیا۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے انصاف پر یہ ایک ایسا الزام ہے جو کبھی نہیں لگایا جاسکتا۔

اس لئے جہاں امن کا مقام ہے وہاں خوف کا بھی مقام ہے۔ جہاں خوشخبری سے ہمارے دل بلیوں اچھل رہے ہیں کہ تمام دنیا کے طوفان مل کر بھی ہمیں ہلاک نہیں کر سکیں گے وہاں یہ خوف بھی

دامن گیر رہنا چاہئے اور تقویٰ کے ساتھ استغفار کرتے ہوئے زندگی گزارنی چاہئے۔ خدا نہ کرے ہم میں سے کچھ ایسے لوگ ہوں جو بظاہر اس کشتی میں سوار ہوں لیکن حقیقت میں اس کشتی سے ان کا کوئی تعلق نہ ہو۔ جو بظاہر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل ہوں اور جماعت کی طرف منسوب ہو رہے ہوں لیکن جب طوفان آئیں تو وہ ان کو الگ کر دیں اور کھوٹے اور کھرے میں ایسی تمیز ہو جائے کہ اس وقت معلوم ہو کہ کون احمدی تھا اور کون احمدی نہیں تھا۔ خدا ایسا وقت نہ لائے کہ ہم میں سے کچھ، ہمارے پیاروں میں سے کچھ، ہمارے قریبیوں میں سے کچھ ایسے طوفان میں غرق کئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ کامل وفا کے ساتھ، پوری احتیاط کے ساتھ، پورے تقویٰ کے ساتھ، مستقل مزاجی کے ساتھ، حق کے ساتھ اور صبر کے ساتھ اس کشتی کی حفاظت کرتے چلے جائیں، جو آج تمام دنیا کو بچانے کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۴ ستمبر ۱۹۸۳ء)